برصغیر کی سیرت نگاری میں مطالعہ ادیان کی بحثیں

Discussions on the Study of Religions in the Seerah Writing of the Subcontinent

*کوثر محمد دین

** عظمیٰ عباس

*** ثمرینہ گلزار

Abstract

The Quran and the Seerah of the Prophet are the two main themes that are the main point of Muslim justification. The concern of Muslims and their abilities and all their efforts revolve around this axis. A large number of the subject derived from these two topics and the Muslims rendered valuable services which are a source of pride for the Nation of Islam. Seerah writing is the lifeblood of the Muslim soul. People consider it a blessing to include themselves in Seerah writers. The purpose of this research is to explore the study of religions in the Seerah writing of the subcontinent and explain the point of Orientalists, Christianity, Judaism, Magianism, and Zoroastrianism in the perspective of Seerah , and also highlight the opinions and approaches of an expert of comparative religion in the field of seerah. Muslims have expressed their literary and intellectual abilities on Seerah-e-Taiba from a different perspective. The nature of this study is descriptive.

Keyword: Seerah writing, religions, subcontinent, Holy Prophet

---

* ایم اے انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

** ایم فل سکالر اسلامک تھاٹ اینڈ سویلائزیشن، یونی ورسٹی آف مینیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

*** ایم فل سکالر اورینٹل کالج، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

سیرت دراصل تاریخ کا ایک معتبر جزو ہے برصغیر میں جب مسلمانوں نے تاریخ کی طرف توجہ دی تو سب سے پہلے سیرت پر مواد اکٹھا کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے جملہ پہلوؤں کو محفوظ کرنے والے مسلمانوں کی کاوشوں پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ آج بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ اور اس پر عمل کی ضرورت ہے اور اس حوالے سے سیرت نگار اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا پیغام امن و سلامتی کی ضمانت، اور ان کا راستہ خیر کا راستہ، اور ان کی سیرت ایک نبی اور ایک مثالی انسان کی سیرت ہے۔ مولانا احسن گیلانی کا یہ بیان ہے کہ "آج مذاہب کی تاریخ میں کتنے لوگ ہیں جو یہ دعویٰ کریں گے بھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی، تاریخ بتاتی ہے کہ بعض اہل مذاہب تو اپنی کتابیں بھی محفوظ نہ رکھ سکے۔ لیکن ہمیں اپنے سیرت نگاروں پر فخر ہے کہ ہم نے اپنا سرمایا مذہب بھی محفوظ رکھا ہے۔"[1]

اعتقادی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اسلام کا اپنے بندوں سے توحید کے بعد رسالت پر ایمان لانے کا تقاضا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔ جو ذات عقائد و ایمانیات کے حوالے سے اتنی اہم ہو اس کی سیرت سے غفلت برتنا بد ترین جرم ہے لہذا مورخین نے سیرت نگاری پر قلم اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت لکھنے کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے نبی کریم ﷺ کی ذات کے حوالے سے نظریات کا بھی ذکر کیا۔ زیر تحقیق مقالہ میں اسی بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کی سیرت کے حوالے سے تقابلی مطالعہ کو پیش کیا جائے گا جو سیرت نگاروں نے سیرت نگاری کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔

سیرۃ معنی و مفہوم

سیرت کا لفظ قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورۃ طہٰ میں ارشاد باری ہے: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۚ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ۔[2] فرمایا بے خوف ہو کر اسے پکڑ لے، ہم اسے اسی پہلی سی صورت میں دوبارہ لا دیں گے۔[3] شاہ عبد القادر اور حضرت ولی اللہ دہلویؒ نے اس کا ترجمہ "شکل" کیا ہے اور اس کا کوئی حاشیہ بھی پیش نہیں کیا۔[4] عبد الماجد دریابادیؒ نے اس کے لیے "حالت" کا لفظ استعمال کیا ہے۔[5] اور اسی طرح دوسرے مترجمین نے بھی اس کے لیے مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان سب تراجم، معنی اور حواشی و تشریحات میں یہ مفہوم موجود و مضمر ہے کہ عصائے کلیمی کو اس کی اصل حقیقت پر لوٹانا مقصود ہے۔ مولانا عبد الحفیظؒ مصباح اللغات میں اس کے معنی "عادت، طریقہ، طرز زندگی، ہیت،" لکھتے ہیں اور سیرۃ الرجل سے سوانح عمری مراد لی ہے اور کلام عرب سے اسکے معنی کی وضاحت بھی کی ہے جیسا کہ: ھو حسن السیرۃ "وہ اچھی عادت

---

[1] النبی الخاتم، ص ۷

[2] طہ ۲۰:۲۱

[3] (ای الی حالھا التی تعرف قبل ذلک) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ، ج ۵، ص ۲۴۷

[4] شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن، بذیل آیۃ مذکورہ: دہلوی شاہ عبد القادر، موضح القرآن، بذیل آیۃ مذکورہ۔

[5] دریابادی، عبد الماجد، تفسیر، ماجدی، کراچی، ۱۹۵۲ء، بذیل آیۃ مذکورہ۔

والا ہے" اور اسی سے عرب کا قول ہے من طابت سریرتہ "جس کا باطن اچھا ہوتا ہے اس کی عادت اچھی ہوتی ہے" سیرۃ کی جمع سیر ہے۔[6] اور عربی لغات میں بھی سیرت کے یہی معنی و مطالب ملتے ہیں۔

برصغیر میں سیرت نگاری کا آغاز وارتقاء

برصغیر میں سیرت نگاری کا آغاز آٹھویں صدی ہجری سے عربی و فارسی میں لکھی گئی حدیث اور مغازی کی کتابوں سے ہوا۔ دسویں صدی ہجری میں عربی و فارسی کے علاوہ بنگالی زبان میں ایسی کتابیں لکھی گئیں جو سیرت رسول ﷺ سے متعلق ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری میں یہ سلسلہ مزید آگے بڑھا۔ لیکن اردو زبان میں سیرت نگاری کا آغاز انیسویں صدی ہجری سے ہوا۔ اور بیسویں صدی ہجری کے ساتھ ہی اردو سیرت نگاری کے عہد زریں کا آغاز ہو گیا اور اس کے بعد سیرت نگاری نے ایک تحقیقی فن کی صورت اختیار کر لی۔[7]

برصغیر کی سیرت نگاری اور مطالعہ ادیان بحثیں

برصغیر کی سیرت نگاری میں مطالعہ ادیان کی بحثوں کا رجحان اگرچہ ایک قدیم موضوع ہے لیکن بیسویں صدی ہجری میں یہ رجحان اس لحاظ سے بھی سامنے آیا کہ دین اسلام کی اشاعت ان علاقوں میں ہوئی جہاں زیادہ تر غیر مسلمان لوگ رہتے تھے۔ ان غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری تھا۔ لہذا سیرت نگاروں نے نبی کریم ﷺ کی سیرت پر قلم اٹھایا۔ دنیا میں جہاں مختلف علوم و فنون وجود میں آئے وہاں ادیان کا مختلف پہلوؤں سے مطالعہ بھی ایک فن کی حیثیت سے سامنے آیا اور اسی فن نگاری کو سامنے رکھتے ہوئے برصغیر کے سیرت نگاروں نے سیرت نگاری کی۔ اور سیرت نگاری میں مطالعہ ادیان کا اسلوب اختیار کیا۔ برصغیر کے سیرت نگاروں نے اپنی تالیفات میں مطالعہ سیرت کے بیان کے ساتھ ساتھ جزوی طور پر یا مکمل طور پر مطالعہ ادیان کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہاں صرف اُن سیرت نگاروں کا جائزہ پیش کیا جائے گا جنہوں نے اپنی تالیفات کے غالب حصے میں مطالعہ ادیان کو مد نظر رکھا ہے۔ ذیل میں مختصر مگر جامع انداز سے مطالعہ ادیان کے رجحان پر لکھی گئی کتب کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

ضیاالنبی ﷺ از پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

پیر کرم شاہ الازہری کتاب کی پہلی جلد میں چین کے مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ابتدائی زمانے میں چین میں نہ صرف مظاہر فطرت کی پوجا کی جاتی تھی بلکہ وہاں قربانیوں کا وسیع تر نظام اور تصور موجود تھا۔ چین کی مذہبی تصورات میں روحانیت کا فقدان پایا جاتا ہے البتہ وہاں مادی ترقی، دنیوی اور دشمن پر غلبہ پانے کے لیے پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔" چین کے باشندے مذہب تاؤمت، بدھ مت اور کنفیوشس جیسے مذاہب سے واقف ہی نہ تھے۔ چین ایک کثیر المذہبی معاشرہ ہے۔ جس میں انسان ایک وقت میں ایک مذاہب سے زیادہ مذاہب پر عمل کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہ ایک عالمی کہاوت ہے کہ ایک چینی

---

[6] بلیاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، لکھنو دار العلوم ندوۃ العلماء، س۔ن، بذیل مادہ: س ی ر، ص ۴۱۱

[7] مصطفیٰ السباعی، ڈاکٹر، سیرت نبوی، مترجم (مزمل حسین فلاحی)، لاہور، القمر انٹر پرائزز، ۱۹۸۹ء، ص ۲۱۵

جب اقتدار میں آتا ہے تو وہ کنفیوشس کا پیروکار ہوتا ہے۔ اور جب وہ ریٹائر ہوتا ہے تو تاؤمت کو اپنالیتا ہے۔ اور جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو بدھ مت مذہب کا پیروکار بن جاتا ہے۔ کیونکہ بدھ مت کے ذریعے اسے نروان حاصل ہو جاتا ہے اور ہندومت کے تناسخ کے عمل سے وہ نجات حاصل کرلیتا ہے۔[8] پیر محمد کرم شاہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ بریگیڈیئر جنرل سرپرسی سائیکس نے اہل ایران کے عقائد کے بارے میں اپنی کتاب دی ہسٹری آف پرشیا میں لکھا ہے کہ: "آریہ قوم مظاہر پرستی کا شکار تھی شفاف آسمان، روشنی، ہوائیں، آگ، بارشیں ان سب کی مقدس معبودوں کی طرح پرستش کی جاتی تھی۔ جب کہ ظلمت اور قحط سالی کو ملعون دیو تصور کیا جاتا تھا۔ اس مشرکانہ نظام میں آسمان کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی اور روشنی کو آسمان کا بیٹا، آسمانی دیوتا وارونا(VARUNA) جسے یونانی یورانس(OURANOS) کہتے تھے اس کو سب سے بڑے خدا کی حیثیت سے پوجا جاتا تھا اس کے علاوہ متھرا(MITHERE) جو روشنی کا دیوتا تھا اس کی بھی پوجا کی جاتی تھی وارونا اور متھرا کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں کے دلوں کے حالات اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتے اور پھر وہ دونوں سب کچھ دیکھنے والے ہیں۔"[9] اس مظاہر پرستی کے دور میں زرتشت کا ظہور ہوا یہ ایران کے قدیم مذہب کا بانی ہے کچھ عرصہ پہلے اسے ایک فرضی شخص سمجھا جانے لگا تھا جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں تھا۔ لیکن اب ایسے شواہد و دلائل موجود ہیں جس کی بنا پر موجودہ دور کے محققین اور مورخین اسے ایک حقیقی شخص تسلیم کرنے لگے ہیں۔[10] زرتشت آذربائیجان کے صوبہ کا باشندہ تھا۔ اس کی پیدائش یورومیا(URUMIA) جھیل کے مغربی کنارے ایک قصبے میں ہوئی۔ اس کی جوانی خلوت گزینی میں بسر ہوئی اس دوران وہ ہمیشہ غور و فکر میں مصروف رہتا تھا اسی اثناء میں سات مرتبہ اسے خواب میں بشارتیں ہوئیں جس کی وجہ سے اسے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیغمبری کے منصب پر فائز کیا ہے اور اس نے اپنی پیغمبری کا اعلان بھی کر دیا۔ ابتدائی سالوں میں اسے کامیابی نہ ملی صرف ایک شخص اس کے حلقہ عقیدت میں شامل ہوا۔ اپنے ابتدائی وطن میں اپنی دعوت سے مایوس ہو کر اس نے مشرقی ایران کا سفر اختیار کر لیا۔ وہاں اس کی دعوت کو مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کے مذہب کو ترقی اور عروج نصیب ہوا۔ اسی دوران وسط ایشیا کے تورانیوں نے ایران پر حملے شروع کر دیئے ایک روایت کے مطابق تورانیوں اور زرتشتیوں کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی اس جنگ میں زرتشت بلخ کے مقام پر قتل کر دیا گیا۔[11] پیر محمد کرم شاہؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ" زرتشت پہلے آرین مظاہر فطرت کی پرستش کیا کرتے تھے لیکن زرتشت نے خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت جسے ان کی زبان میں اھورامزدا(AHURAMAZADA) یا آرمزد(ARAMOZD) کہا جاتا تھا۔ اس کا معنی ہے سب کچھ جاننے والا خداوند برتر اور ساری دنیا کا پیدا کرنے والا۔ اس حقیقت کا علم اس گفتگو سے ہوتا ہے جو اھورامزدا نے زرتشت

---

[8] الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۲۰ھ، ج۱، ص ۲۳۵-۲۲۹

[9] بریگیڈیئر جنرل سرپرسی سائیکس، دی ہسٹری آف پرشیا، ط-ن، لندن، ۱۹۴۹، ج۱، ص ۱۰۰

[10] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۴۳

[11] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۴۴

سے کی اس نے کہا کہ آسمان کو میں بلندیوں پر سلامت رکھتا ہوں جو چمکتا ہے اور دور تک نظر آتا ہے اور زمین کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔"[12] پیر محمد کرم شاہؒ اپنی تصنیف میں ول ڈیورانٹ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" زرتشت سے پہلے ایران میں جو مذہب رائج تھا اس میں ایک سے زیادہ خداؤں پر ایمان لانا ضروری تھا سب سے بڑا دیوتا سورج تھا جس کو "مترا" کہا جاتا تھا۔ زمین اور اس کی زرخیزی کا نام "انیتا" تھا۔ "ہوما" اس بیل کا نام تھا جو ایک مرتبہ مر گیا اسے دوبارہ زندہ کیا گیا اس نے نوع انسانی کو اپنا خون پینے کے لے دیا۔ تاکہ اسے دوام حاصل ہو جائے۔ وہ لوگ جب اس کی عبادت کرتے تھے تو پہلے خوب شراب پی کر مست ہو جاتے تھے۔ پھر اس کی پاجا شروع کر دیتے تھے یہ شراب "ہوما" نامی ایک جڑی بوٹی سے بنائی جاتی تھی۔ جو ایران کے پہاڑوں میں اگتی تھی۔ جب زرتشت نے ایرانی لوگوں کو شرک اور فسق میں پھنسا ہوا دیکھا تو وہ غصے م سے بے قابو ہو گیا اور اس نے مجوس کے مذہبی طبقے کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور بڑی بہادری اور ہمت کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کیا کہ " لیس فی العالم الا الہ واحد" کہ ساری کائنات میں صرف ایک خدا ہے اور وہ اھورامزدا ہے جو نور اور آسمانوں کا خدا ہے۔"[13] مصنف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "کہ جس خداوند برتر کی تعلیم رزتشت نے دی اور خدا کا جو تصور زرتشت کے پیروکاروں میں اس کے بعد عروج پذیر ہوا اس میں امتیاز کرنا ضروری ہے رزتشت نے جس خدا کی الوہیت کا پرچار کیا وہ بڑا مہربان ساری کائنات کا خالق اور تمام صفات کمال سے متصف تھا لیکن بعد کے زمانے میں اھورامزدا کو اگرچہ تمام دوسرے معبودوں پر برتری اور فوقیت حاصل رہی لیکن عبادت صرف اس کی نہیں کی جاتی تھی بلکہ اس کے علاوہ چھ دیگر غیر فانی اور مقدس ہستیاں تھیں جن کی پرستش کی جانے لگی تھی بلکہ وہ مظاہر فطرت جن کی پرستش کو اس عظیم مصلح نے بالکل ختم کر دیا تھا وہ پھر واپس لائے گئے تھے اھورامزدا کے ساتھ ساتھ ان کی بھی پوجا کی جاتی تھی چنانچہ توحید خاص کے عقیدہ کی جو تبلیغ زرتشت نے کی تھی۔ اس عقیدے کو رفتہ رفتہ ترک کر دیا گیا اور قوم نے اپنی عبادت گاہوں میں ان پرانے بتوں کو بھی سجا کر رکھ دیا۔ شرک اور کفر کے جس بھنور سے زرتشت نے اپنی قوم کو نکالا تھا اور توحید خداوندی کی جس شاہراہ پر انہیں گامزن کیا تھا وہ پھر اس سے بھٹک گئے۔"[14] پیر محمد کرم شاہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ زرتشت اپنی مناجات میں کہتا ہے کہ:"اے خداوند حکیم! زرتشت اپنے لیے تیری روح کو منتخب کرتا جو بہت ہی مقدس ہے اور زرتشت اپنے سامعین کو بتایا کرتا تھا کہ ہر انسان آزاد ہے اسے اختیار ہے چاہے تو خیر کو اپنے لیے منتخب کرلے چاہے تو شر کو اپنے لئے پسند کرلے۔"[15] مصنف اپنی کتاب میں فاضل ٹریورلنگ(TREVOR LING) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب دی ہسٹری آف ریلیجین ایسٹ اینڈ ویسٹ میں لکھا ہے کہ "زرتشت کی مذہبی تعلیمات کا علم ہمیں گاتھا سے ملتا ہے جو گیتوں کی ایک کتاب ہے جس میں زرتشت نے

---

[12] بریگیڈیئر جنرل سرپرسی سائیکس، دی ہسٹری آف پرشیا، ط-ن، لندن، ۱۹۴۹، ج۱، ص ۱۰۳

[13] قصۃ الحضارۃ، ج۱، ص ۲۲۵ (پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۴۵)

[14] بریگیڈیئر جنرل سرپرسی سائیکس، دی ہسٹری آف پرشیا، ط-ن، لندن، ۱۹۴۹، ج۱، ص ۱۰۷

[15] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۴۵

خداوند کریم کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندیاں پیش کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے جیسے زرتشت کو اس بات کا علم حاصل ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے چن لیا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں تک سچائی کا پیغام پہنچائے ان گیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا۔ کہ وہ اپنے ہمعصر لوگوں کو دوسرے معبودوں کی عبادت کی دعوت دے جسے اس کی زبان میں اھورامزد کہا جاتا ہے زرتشت اپنے اس نظریے کو بھی بڑی جرأت سے بیان کرتا ہے تاکہ انسان مجبور محض نہیں بلکہ اسکو خیر اور شر میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے اور اس آزادانہ انتخاب کی بنیاد پر ہی اس سے باز پرس ہو گی اور اس کو جزا یا سزا کا مستوجب قرار دیا جائے گا۔"[16] پروفیسر مذکور نے اس مضمون کی ابتداء میں یہ بتایا ہے کہ زرتشت کا زمانہ چھ سو اٹھارہ تا پانچ سو اکتالیس قبل مسیح ہے۔ جبکہ پانچ سو قبل مسیح میں اس کی عمر تیس سال تھی جب اس نے اپنے مذہب کی دعوت کا آغاز کیا۔ یہ وہ دور ہے جب بابل کے بادشاہ نے یہودا کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا اور یروشلم کے لاکھوں یہودیوں کی طرح بابل میں غلاموں کی سی زندگی بسر کرتے رہے اور یہی وہ پچاس سال ہیں جب زرتشت اپنے مذہب کی تعلیم میں مصروف رہا۔ مصنف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ مذہبی زندگی کے رسم ورواج کے ہجوم میں تن ایسی چیزیں ہیں جنھیں زرتشت کے مذہب کے بنیادی اصول قرار دیا جاسکتا ہے۔ طلب معاش کے لیے جتنے پیشے ہیں ان میں شریفانہ اور معزز پیشہ صرف مویشیوں کی پرورش اور کھیتی باڑی ہے۔ عالم امکان کی یہ ساری تخلیقات اس باہمی آویزش کا نتیجہ ہیں جو روز اول سے نیکی وبدی کی قوتوں کے درمیان برپا ہے۔ ہوا، پانی، آگ اور مٹی پاک عناصر ہیں انہیں پلید نہیں کرنا چاہیے۔[17] پیر محمد کرم شاہؒ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں "کہ ساسانی خاندان کی حکومت کے بانی اردشیر نے جب ۲۲۶ءیا ۲۲۷ء میں اپنی شہنشاہیت کی بنیاد رکھی تو اس نے پھر زرتشتی مذہب کو عروج بخشا چاند اور سورج کی پوجا ختم کر دی گئی دوسرے اصنام کو توڑ پھوڑ دیا گیا ساری قوم زرتشت کے مذہب کی پیروکار بن گئی لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اردشیر نے زرتشت کے دین توحید کو قبول کر لیا تھا۔ بلکہ اس نے زرتشت کے انہی اصول ونظریات کو قبول کیا جس کی نمائندگی موبدان کر رہے تھے اور جس میں آگ کی پرستش سر فہرست تھی اس تحریف شدہ مروج زرتشتی مذہب کی حمایت اور تبلیغ کا بیڑا اردشیر اول نے اٹھایا۔"[18] مصنف اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ ایران میں ماگیوں کے غیر محدود اختیارات نے مذہبی تشدد کا روپ اختیار کر لیا اور بڑی بربادیوں اور تباہیوں کا باعث بنے "مانی" نے جب اپنے پیغامبر ہونے کا دعوی کیا تو ماگیوں نے اسے تخت دار پر لٹکا دیا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ ساسانی بادشوہوں نے ابتدا میں مذہبی رواداری کا ثبوت دیا یہودیوں پر یورپ میں عیسائی جب مظالم ڈھاتے تو وہ ابتداء میں یونانی مملکت میں آکر پناہ لیتے۔ لیکن جب قسطنطین کے عہد میں رومن مملکت نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تو رومیوں اور ایرانیوں میں عرصہ دراز سے عداوت کے جو شعلے بھڑک رہے تھے انہوں نے عیسائیوں اور ایرانیوں کے زرتشتیوں کے درمیان مذہبی عداوت کا رنگ اختیار کر لیا۔ شاپور دوم کے زمانے

---

[16] فاضل ٹریورلنگ، دی ہسٹری آف ریلیجین ایسٹ اینڈ ویسٹ، ص ۷۸۔۷۷

[17] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج ا، ص ۴۸

[18] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج ا، ص ۵۵

جب بیزنطینی کی حکومت سے جنگ ہوئی اور ایران میں بسنے والے عیسائیوں نے بیزنطینی افواج کی امداد کی اور ان کے لیے اپنے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا تو شاپور نے ۳۴۱ء میں ایرانی مملکت میں بسنے والے تمام عیسائیوں کے قتل عام کا حکم دے دیا عیسائیوں کے تمام دیہات برباد کر دیے گئے اور ان میں بسنے والوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ بعد میں شاپور نے عام عیسائیوں کو تو معاف کر دیا مگر پادریوں، راہب مردوں، راہب عورتوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا سولہ ہزار عیسائی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔[19] عیسائی آبادی جو شاپور کے عہد میں طرح طرح کے ظلم و ستم کا ہدف بنی ہوئی تھی اس کے مرنے کے بعد عیسائیوں کو کچھ سکون نصیب ہوا شاپور نے ایک کیتھولک پادری کو ایک عہدہ کے لیے منتخب کیا لیکن صحیح تبدیلی اس وقت رونما ہوئی جب یزدجرد اول حکمران بنا۔ اس نے ۴۰۹ء میں ایک فرمان شاہی جاری کیا جس میں عیسائیوں کو آزادی سے عبادت کرنے اور اپنے گرجوں کو از سر نو تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔[20] یزدجرد کی اس نوازش کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عراق کا ایک بشپ مسمیٰ "ماروتھا" (MARUTHA) ایک سفارت لے کر بادشاہ کے پاس حاضر ہوا بادشاہ بیمار تھا۔ اس نے دم کیا وہ شفایاب ہو گیا اس لیے اس نے عیسائیوں کے بارے میں یہ رحم دلانہ رویہ اختیار کیا۔ سرپرسی لکھتے ہیں "کہ وہ اس حد تک بسپ سے متاثر ہوا کہ وہ بپسمہ لے کر عیسائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا اس وجہ سے ماگیوں نے اس کو بدکار کے لقب سے ملقب کر دیا اور تاریخ میں وہ اس لقب پہچانا جاتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے خیال آیا کہ وہ عیسائیوں کی حمایت میں حد سے زیادہ تجاوز کر رہا ہے چنانچہ اس نے ماگیوں کو اس بات کیا اجازت دے دی کہ وہ عیسائیوں کا قلع قمع کر دیں چنانچہ آئندہ پانچ سال عیسائیوں پر حد درجہ ظلم و ستم روا رکھا گیا۔"[21] مصنف یونان کے مذہبی عقائد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یونانی دیوتاؤں کے ایک خاندان سے تعلق رکھتے تھے دیوتاؤں کا یہ خاندان کوہ اولیمپس کی برف پوش بلندیوں پر سکونت پذیر تھا دیوتاؤں کے اس خاندان کو زیوس (ZEUS) اور اس کی بیوی ہیرا (HERA) کے ہاتھ میں تھی۔ یہ دیوتا انسانی معاملات میں مداخلت کرتے رہتے تھے اور مختلف شعبہ ہائے حیات مختلف دیوتاؤں کے سپرد تھے۔"[22]

مصنف اہل مصر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ابتدا میں ہر قبیلہ کا ایک سردار ہوتا تھا اور ہر قبیلہ صرف اپنے ہی خدا کی پوجا کرتا تھا۔ کسی دوسرے قبیلے کو خدا کو دوسرا قبیلہ اپنا خدا تسلیم نہیں کرتا تھا اس طرح ایک محدود قسم کی توحید کا تصور پایا جاتا تھا۔ یعنی ایک وقت میں صرف ایک خدا کی پرستش کی جاتی تھی۔ جن خداؤں کے بارے میں ہمیں صحیح علم ہے وہ یہ تین خدا ہیں اوسیرس (OSIRIS) آئسس (ISIS) ہورس (HORUS) عوام الناس کے درمیان یہی تین افراد کا کنبہ بہت مقبول تھا۔

---

[19] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۵۵

[20] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۵۷

[21] بریگیڈیئر جنرل سرپرسی سائیکس، دی ہسٹری آف پرشیا، ط۔ن، لندن، ۱۹۴۹، ج۱، ص ۴۲۰

[22] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۱۰۵

آہستہ آہستہ ان میں اضافہ ہوتا گیا اور ان کے معبودوں کا سلسلہ ایک گورکھ دھندا بن گیا جو نہ سمجھنے کا اور نہ سمجھانے کا۔ ان کے نزدیک سانپ، نیولا، گوبر میں پیدا ہونے والا بھنورا سب کو تقدس حاصل تھا اور ان کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔"[23]

مصنف اپنی تصنیف میں ہندوستان کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے عوام ہر چیز کو جو جلیل القدر ہو اور شریف ہو اس کو الہ کہہ دیتے ہیں حتیٰ کہ کئی پہاڑوں، سمندروں، دریاوں، درختوں اور کئی جانوروں کو بھی وہ صفت الوہیت سے متصف کر دیتے ہیں۔ ہندوستان کے دیوتاؤں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ان کے ہاں صرف تین دیوتا وشنو (VISHUNU) شیوا (SHIVA) برہما (BARAHMA) زیادہ مقبول و مشہور ہیں۔[24] پیر محمد کرم شاہؒ اپنی تصنیف میں جین مت کے مذہب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جین مت کا اولیں پرچارک "مہاویر" تھا۔ اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان حیوان، شجر، حجر گویا کہ ہر چیز ذی روح ہے اور روح کو جب بدن کے قفس میں مقید کر دیا جائے تو اس کی نجات کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اس قفس کو توڑ کر اس سے آزاد ہو جائے اس کے نزدیک دعائیں اور پوجا پاٹ بے سود ہیں اس نے اخلاقی اور ذہنی نظم و ضبط کی اہمیت پر بڑا زور دیا ہے اور بدن کے سارے تقاضوں کو نظر انداز کرنے میں نجات کا راز بتایا ہے۔"[25] مصنف اپنی تصنیف میں بدھ مت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بدھا نے اپنے نظریات کو چار مقدس سچائیوں سے تعبیر کیا ہے۔

۱۔ ساری زندگی مصائب و آلام سے عبارت ہے۔ بدھوں کی اصطلاح میں اس کے لیے جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ دُکھا (DUKKHA) ہے اس کا معنی بیماری، برائی یا مصائب کیا گیا ہے۔

۲۔ اس کا سبب خواہش ہے۔

۳۔ اپنی خواہش کو جو شخص ختم کر دیتا ہے گویا اس نے اپنے مصائب کو ختم کر دیا۔

۴۔ خواہش کو ختم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس راستے کو اختیار کیا جائے جو راستہ بدھا نے بتایا ہے۔"[26]

پیر محمد کرم شاہؒ نے اپنی کتاب ضیاالنبی ﷺ کی پہلی جلد کے آخری باب میں سابق ادیان کا ذکر کرتے ہوئے ان ادیان کی کتب سابق میں پیشن گوئیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو حضور ﷺ کی آمد کے بارے میں ہیں اس حوالے سے انہوں نے اناجیل اربعہ کے اقتباسات بھی پیش کئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے انجیل برناس کی بھی وضاحت کی ہے۔[27]

---

[23] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۱۴۷

[24] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۱۸۰۔۱۷۶

[25] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۲۰۸

[26] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۲۱۱

[27] پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ج۱، ص ۵۱۳۔۵۰۰

خطبات مدارس از سید سلیمان ندوی

سید سلیمان ندوی اپنی کتاب خطبات مدارس میں نبی کریم ﷺ اور دیگر ہادیان مذاہب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "اخلاقیات پر مصنفین نے مختلف کتابیں لکھیں، تقریریں، مواعظ اور خطبات بھی موجود ہیں لیکن جس انداز اصلاح نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ نبی کریم ﷺ ہی کا اسوہ ہے۔ دیگر انبیاءؑ کی صلاحیتوں کا اظہار ان کے زمانے کے لوگوں کے مزاج اور حالات کی مناسبت سے کسی ایک پہلو میں ہوا۔ مثلا حضرت عیسیٰؑ کے اسوہ میں تواضع و قناعت، صلح وعفو، اور حلم و تحمل کا اظہار نمایاں طور پر ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ نے حکومت کرنے کے اصول نہیں بتائے کیونکہ حکومت کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ حضرت نوحؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ میں رزم وبزم کے حوالے سے اسوہ حسنہ موجود ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مذہب اسلام کے متعلق بلکہ دیگر مذاہب کے حوالے سے بھی آپ ﷺ نے اعلیٰ قسم مظاہر قائم کئے۔[28] سید سلیمان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ نے دیگر ادیان کا ذکر کرتے ہوئے دین اسلام کا بھی ذکر کیا اور دین اسلام کے ایک پہلو میں سختی اختیار کی۔ جیسا کہ چوری کی حد کے اجراء میں سفارش کی گئی تو آپ ﷺ غیض وغضب میں آگئے اور فرمایا کہ تم میں سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی کہ جب ان کا کوئی بڑا کوئی جرم کرتا تو اسے معاف کر دیا جاتا اور جب کوئی نچلے طبقے کا انسان کوئی جرم کرتا تو اسے بھاری سزا دی جاتی تھی۔" سید سلیمان اپنی کتاب میں عیسائیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ جن کی تعلیمات میں رحم وکرم اور عفو ودرگزر کی تعلیمات ہیں ان کے ہاں اس کے عملی مظاہر دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ کتنی مملکتیں حضرت عیسیٰؑ کے بعد معرض وجود میں آئیں لیکن ان میں سے کسی نے بھی اپنی مملکت کے قانون کو اپنے نبی کی پیروی کرتے ہوئے نہیں چلایا۔ جبکہ دین اسلام کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو نبی کریم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفائے راشدین نے آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اپنی مملکت کے قانون کو چلایا۔[29]

ہندو مذہب کا ذکر کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی نے ایک ہندو کا حضور ﷺ کے بارے میں تبصرہ نقل کیا کہ "حضور ﷺ کی زندگی سے متضاد صورت ہائے احوال کے نمونے موجود ہیں۔ مثلاً بادشاہ ایسا کہ مملکت کی سربراہی کے طور پر سیاہ وسفید کے مالک لیکن ہر چیز کو اللہ کی امانت سمجھا۔ اور دولت مند ایسے تھے کہ ہر وقت لوگوں میں دولت تقسیم کرتے رہتے تھے لیکن فقر ایسا تھا کہ کئی کئی روز تک گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ ایسے کامیاب سپہ سالار کہ چھوٹی سی فوج کو بھی بڑے دشمن سے لڑا دیں لیکن آپ ﷺ امن پسند ایسے تھے کہ کئی کئی خون خرابوں سے لوگوں کو بچالیا۔ ایک طرف نرم دل تھی اور دوسری طرف ان کی شجاعت تھی۔ اور دنیا سے اس قدر بے تعلق تھے کہ اللہ کے سوا کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔[30] سلیمان ندویؒ سابق ادیان کے احکام کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ "انبیاء سابقین کے زمانوں میں اس عہد کے لوگوں کے

---

[28] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، المیزان ناشران وتاجران کتب الردو بازار لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۲۴۔۲۳

[29] سید سلیمان، خطبات مدارس، ص ۶۲

[30] سید سلیمان، خطبات مدارس، ص ۷۱

مزاج کے مطابق احکامات نازل کئے گئے۔ اگر وہ نرم مزاج تھے تو ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا گیا۔ اسی طرح انبیاء نے کئی احکامات امت کو نہیں دیے تھے بلکہ لوگوں نے خود ہی گھڑ لیے تھے اور انہیں انبیاء کرام ء کی طرف منسوب کر دیا تھا۔[31]

مصنف اپنی کتاب میں سیرت نبی ﷺ کا تقابل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تمام سابق انبیاء کرام میں سے کوئی ہستی بھی ایسی نہیں ہے جس کے تمام اخلاقی کمالات ہمارے علم میں ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان ک ۳۳ برس کی زندگی میں سے ہمیں صرف ۳ سال کے حالات معلوم ہیں اور ان تین برسوں کے حالات میں بھی ہمیں ان کے معجزات کا ذکر زیادہ ملتا ہے باقی ان کی زندگی اور اخلاقیات کا ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بھی دیگر انبیاءؑ کے حالات بہت محدود حد تک ہی ہمیں معلوم ہیں۔" لیکن نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں تو باسورتھ سمتھ کہتا ہے: "سیرت محمد یہ کے بارے میں تو پورے دن کی روشنی موجود ہے جس میں حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ ﷺ نے تو حکم دے رکھا تھا کہ میرا ہر حکم لوگوں تک پہنچاؤ۔" عیسائی مذہب کا ذکر کرتے ہوئے سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں کے سامنے جو دلنشیں اور نہایت موثر نصیحتیں بیان کیں مثلاً جو کچھ تمہارے پاس ہے جب تک سارے کا سارا اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر دو اس وقت تک آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکو گے۔ شریروں کا مقابلہ نہ کرو، دشمنوں کو بھی پیار کرو، اپنے پڑوسی سے جان ومال سے محبت کرو، اگر تمہارے داہنے گال پر کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو، اگر کوئی تم سے کرتہ مانگے تو اپنا عمامہ بھی اس کے سامنے پیش کر دو، بے شک یہ تمام صفات حضرت عیسیٰؑ میں موجود تھیں لیکن ان کی عملی مثالیں خود مسیحیت کی کتابوں میں نہیں ملتی ہیں۔"[32]

سیرۃ النبی از سید سلیمان ندویؒ

سید سلیمان ندوی نے اپنی تصنیف خطبات مدارس کے علاوہ سیرۃ النبی بھی تصنیف کی ہے جس کی چھٹی جلد میں وہ مطالعہ ادیان کی بحثوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اگر ہم دیگر ادیان کے معلمین کی تعلیمات کی فہرست پر ایک مجموعی نگاہ ڈالیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں انسانی زندگی کے تمام احوال اور کیفیات کا احاطہ کسی نے نہیں کیا بلکہ اپنے زمانے اور اپنی قوم کی ضروریات اور خواہشات کا خیال رکھتے ہوئے ایک فہرست بنالی گئی اور اس دور کی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق ان میں سے صرف چند ایک اصولوں کو سب سے زیادہ اہم قرار دے کر انہیں ہر جگہ نمایاں کیا۔ اس حوالے سے احکام عشرہ میں احکام موجود ہیں یہ وہی احکام ہیں جو تقریباً ہر شریعتوں میں رائج تھے۔ یہ احکامات اخلاقی احکام کی ابجد ہیں۔ اس کے بعد خروج باب ۲۲ اور ۲۳ میں قانونی احکامات کے ساتھ ساتھ دو تین باتیں مزید شامل ہو گئیں ہیں۔ پھر احبار باب ۱۹ میں انہی احکامات کی تفصیل موجود ہے۔"[33] سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ "انجیل میں تمام اخلاقیات کے قواعد و کلیات کی تفصیل موجود نہیں ہے۔

---

[31] سید سلیمان، خطبات مدارس، ص ۶۲

[32] سید سلیمان، خطبات مدارس، ص ۳۵

[33] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی، ج۶، ص ۵۶

حضرت عیسیٰؑ کی اخلاقی تجدید و اصلاح حضرت موسیٰؑ کی تورات، حضرت سلیمانؑ کی امثال، دوسرے اسرائیلی صحائف جو اخلاق کی بہترین تعلیمات پر مشتمل تھے لیکن منتشر حالت میں تھے اور جنہیں نبی اسرائیل نے بھلا دیا تھا انہیں اپنے مشہور وعظ میں اکھٹا پیش کیا جس میں فقر، حلم و بردباری، راست بازی، غمگینی، پاک دلی، رحم دلی، عفو در گزر، صلح جوئی، توکل، اور اس طرح کی تعلیمات کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہی دوسروں کے ساتھ کرو۔ یہ تمام تعلیمات ایسے پہلوؤں پر مشتمل ہیں جس میں نرمی اور احسان کے عناصر پائے جاتے ہیں۔[34]

مصنف نے عیسائیت کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ "حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم میں نرمی اور معافی کا پہلو پایا جاتا ہے اسلام نے عدل اور احسان دونوں کا امتزاج کر دیا ہے چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إن الله يأمر بالعدل والاحسان ۔[35] یعنی اصولوں کے ساتھ نظام اخلاق کی بنیادوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔[36] مصنف سید سلیمان ندویؒ نے مطالعہ سیرت میں تقابلی اسلوب اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "پروفیسر گبن نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات میں خاص امتیاز حاصل ہے کہ دیگر پیغمبروں پر پہلے پہل وہ لوگ ایمان لائے جو ان سے ناواقف تھے مگر نبی کریم ﷺ پر پہلے پہل وہ لوگ ایمان لائے جو ان کے بہت قریب تھے۔" سلیمان ندوی اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ گاڈی فری ہگنس اپالوجو فار محمد میں لکھتا ہے کہ "عیسائی یہ بات یاد رکھے تو اچھا ہو گا کہ محمد ﷺ کے پیغام نے آپ کے پیروکاروں میں وہ نشہ پیدا کر دیا جسے حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروکاروں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ جب عیسائیوں کے بقول حضرت عیسیٰؑ کو سولی کی طرف لے جایا گیا تو ان کے پیروکار بھاگ گئے۔ ان کی دین سے محبت اور دین کا نشہ جاتا رہا اور وہ اپنے پیغمبر اور اپنے رہنما کو موت کے منہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے برعکس محمد ﷺ کے پیروکار آپ کے گرد اکھٹے رہتے اور آپ کے بچاؤ کے لیے اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر آپ کو دشمن پر غالب کر دیتے تھے۔ جیسا کہ احد میں کفار آپ ﷺ پر حملہ آور ہوئے تو صحابہ کرامؓ آپ کے لئے ڈھال بن گئے۔ کفار کے ایک نمائندے نے حضور ﷺ سے ملاقات کے بعد واپسی پر کفار کو بتایا کہ محمد ﷺ کے جانثار اُن کے وضو کا پانی زمین پر بہنے نہیں دیتے تو وہ اُن کا خون کیسے بہنے دیں گے۔"[37]

رحمۃ للعلمین از سلیمان منصور پوری

سید سلمان منصور پوری نے اپنی کتاب رحمۃ للعلمین میں سیرت نگاری کرتے ہوئے مندرجہ ذیل بیانات مطالعہ ادیان کے حوالے سے پیش کئے ہیں: وہ اہل کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "توراۃ میں بیان شدہ حقائق کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے موجودہ اہل کتاب غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے ہیں۔"۱۰ مصنف اپنی کتاب میں حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق کے ذبیح اللہ

---

[34] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی، ج۶، ص۵۶

[35] النحل ۱۶: ۹۰

[36] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی، ج۶، ص۷۸

[37] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی، ج۶، ص۹۴

ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بات یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہ بات زیادہ راجح ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ ہیں۔[38]" وہ اپنی کتاب میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ "اہل کتاب حضرت اسماعیل کو حضرت ابراہیم ﷺ کا جسمانی بیٹا مانتے ہیں اور ان کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔" قاضی سلیمان منصورپوری اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میں یہ سمجھتا ہوں کہ اہل کتاب اس مقام تک تورات پر غور نہ کرنے یا تورات کا فیصلہ نہ ماننے کی وجہ سے پہنچے ہیں۔" مصنف تورات سے اقتباس پیش کر کے واضح کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو حضرت اسحاقؑ میں پائی جاتی ہیں۔ قاضی سلیمان حضرت اسحاقؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اہل کتاب کے پیدا کردہ شبہات کی وضاحت تورات اور اسلام کے بیانات سے تقابل کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔[39]

قاضی سلیمان اپنی کتاب کی دوسری جلد کے پانچویں باب میں یہود و منافقین کے بارے میں ذکر کرتے ہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ "حضرت زینب سے نبی کریم ﷺ کی شادی کے بارے میں منافقین اور یہود نے شور مچایا اور آج بھی مخالفین چرچا کر رہے ہیں کہ حضرت زینب سے آپ ﷺ کا نکاح گویا اپنی مطلقہ بہو سے نکاح تھا۔ منافقین کو اصل اعتراض یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ نبی کریم ﷺ کے بیٹے تھے اور حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی بہو تھی۔" مصنف لکھتے ہیں کہ "تورات میں کہیں بھی کسی اور کی اولاد کو اپنا بیٹا بنانے کا جواز نہیں ہے حضرت مسیحؑ نے کبھی بھی اس فعل کو جائز قرار نہیں دیا۔" قاضی سلیمان اہل کتاب کی جانب سے اعتراضات کے حوالے سے یہ لطیف نکتہ بیان کرتے ہیں عیسائیوں کو حضرت زینبؓ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی شادی پر اس وجہ سے اعتراض ہے کہ اس سے نہ صرف مشرکین کی رسم بد (جس کی بنا پر وہ منہ بولے بیٹے کو بھی حقیقی بیٹا سمجھتے تھے) کے ٹوٹنے کا اندیشہ تھا بلکہ اس سے عقیدہ ابنیت مسیح کا بھی رد ہوتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے یہ کہہ دیا ہے کہ کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہنا سراسر غلط ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گئی کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہنا بھی حتماً اور قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی ساتھ کوئی مشابہت ہی نہیں ہے۔ انسانی روح ہزاروں حوائج کی محتاج ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے پہلے موجود نہ تھا اس طرح ایک دن انسان نے اس دنیا سے بھی چلے جانا ہے اور موت کا مزا چکھنا ہے۔ لیکن اللہ کی ذات تو حی القیوم ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کی بنا پر اہل کتاب حضور ﷺ اور حضرت زینبؓ کی شادی کے بارے میں ناگواری محسوس کرتے ہیں۔[40] قاضی سلیمان منصورپوری لکھتے ہیں: "انبیائے سابقین کے فضائل و مناقب کے بیان میں قرآن کے اسلوب میں جامعیت پائی جاتی ہے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس نقطہ نگاہ میں کوئی وزن نہیں کہ قرآن انجیل سے اخذ شدہ ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یحییٰؑ کے بارہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں جبکہ انجیل میں انہیں صرف "یوحنا بپتسمہ دینے والا" ہی بیان کیا گیا۔ سورت آل عمران کی آیت ۵۰ اور سورت مریم کی آیت ۱۲ یعنی صرف دو آیات میں حضرت یحیی کی جو بارہ صفات بیان ہوئی

---

[38] سلیمان منصورپوری، رحمۃ للعلمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، س۔ن، ج۲، ص۴۹

[39] منصورپوری، رحمۃ للعلمین، ج۲، ص۱۰۶

[40] منصورپوری، رحمۃ للعلمین، ج۲، ص۱۳۹۔۱۲۸

ہیں اتنی صفات لوقا کے تمام مقامات میں بھی نہیں ملتیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن اپنے اختصار کے باوجود انجیل کے مقابلے میں زیادہ جامع ہے۔ اسی طرح قرآن حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ اور اللہ کا نبی قرار دیتا ہے جبکہ عیسائی انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ قرآن حضرت مریمؑ کو صدیقہ قرار دیتا ہے ان پر اتہام لگانے والے یہود کو قرآن کاذب کہتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا احترام کرتا ہے اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن پہلی کتابوں سے ماخوذ ہے۔ رحمۃ للعلمین میں اسی طرح کا تقابل معروف انبیاءؑ کے حوالے سے کیا گیا ہے۔"[41]

سلیمان منصورپوری نے اپنی کتاب رحمۃ للعلمین کی تیسری جلد میں کہا ہے "کہ تھامس کارلائل اپنی کتاب ہیروز آف ہیروز میں انبیاء کرامؑ میں سے صرف حضرت محمد ﷺ کے نام گرامی کا ہی ذکر کرتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک عیسائی شخص ہے اور اس کے سامنے دوسرے انبیاء کرامؑ کے خصوصاً حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کے معجزات و کمالات بھی ہیں۔ اور عیسائی ہونے کے ناطے اس میں عیسائی عصبیت بھی موجود ہے لیکن اس نے عیسائی ہونے کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ کی فوقیت اور وقار کا ہی ذکر کیا ہے۔" حضور ﷺ کی ورفعنا لک ذکرک کی خصوصیت کے تحت قاضی سلیمان لکھتے ہیں کہ "انجیل متی ایسی بشارتیں موجود ہیں جن کا تعلق حضور ﷺ کی شان و عظمت اور رفعت و بلندی سے ہے۔ جن سے عیسائی لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں۔"[42]

قریش کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ کشمکش کو بیان کرتے ہوئے قاضی سلیمان لکھتے ہیں کہ "قریش نے نبی کریم ﷺ کے پاس مختلف وفود بھیجے اور آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں لیکن آپ ﷺ عزم و ہمت کا مظبوط پہاڑ بنے رہے۔ اس پر قریش نے آپ ﷺ کو لالچ بھی دئے۔ پھر عجیب و غریب قسم کے مطالبے کئے کہ آپ آسمان پر ہمارے سامنے جائے اور کتاب بھی لے کر آئے اور اپنے ساتھ فرشتے بھی لے کر آئے جو ہمیں ایمان لانے کا کہے۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ آپ مکہ کے قریب کے پہاڑ ہمارے لیے سونے کے بنادیں تاکہ ہماری غربت دور ہو جائے۔ اور ہمارے لیے فرشتے اترنے چاہیے کیونکہ ہم اپنے جیسے انسان کی پیروی نہیں کرسکتے۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ پیش کیا کہ اگر آپ ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکتے تو پھر جس عذاب کا آپ کہتے ہیں وہی ہمارے اوپر نازل کروادیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان کے اس طرح کے مطالبات کا ذکر کیا گیا ہے۔[43]

النبی الخاتم از سید مناظر احسن گیلانیؒ

مناظر احسن گیلانیؒ کی تصنیف النبی الخاتم میں بھی مطالعہ ادیان کی حوالے سے بحثیں کی گئی ہیں۔ مصنف اپنی تصنیف میں ہندوں کے دین کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہندوں کے لاتعداد اوتاروں کے نام لوگوں کو معلوم نہیں ہیں۔ جو مذہب اپنے پیشوروں کے نام ہی محفوظ نہ رکھا سکا ہو وہ ان کی تعلیمات کیسے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دنیا کو ویدک دھرم کے حقیقی

---

[41] منصورپوری، رحمۃ للعلمین، ج ۲، ص ۲۵۴

[42] منصورپوری، رحمۃ للعلمین، ج ۲، ص ۲۸-۲۶

[43] منصورپوری، رحمۃ للعلمین، ج ۲، ص ۶۰-۵۹

سرچشموں کا کوئی علم نہیں ہے۔مہاتما بدھ کے اصلی نوشتوں اور حقیقی بجھنوں کا کہیں نشان نہیں ہے۔زرتشت مذہب کی تعلیمات اور اس کے بانی کے حالات کو جاننا تو دور زرتشت کے وجود ہی کو وہمی اور فرضی ثابت کرنے پر اصرار ہے۔جس مذہب کے بارے میں اس قدر شکوک وشبہات موجود ہوں کیا اس مذہب کی تعلیمات محفوظ رہے گی؟اور جو کچھ تعلیمات کا موجود ہے کیا وہ قابل اعتماد بھی ہے یا نہیں؟گاتھا کیا تھی؟کس زبان میں تھی؟کہاں تھی؟کیا اس مذہب کی اپنی تاریخ میں اس کی (گاتھا) کی صحت پر کوئی دلیل یا شہادت موجود ہے۔کیا ژند اوستا کی اکیس سورتوں سے بجز ایک سورت کے جس پر موجود آتش کدوں اور ان کے رسوم کی بنیاد ہے اگر غیروں میں نہیں تو کیا اس پر ایمان لانے والوں کے یہاں بھی کوئی سورت پائی جاتی ہے۔یہود کی کتاب گم ہوگئی۔۴۵ کتنی مرتبہ یہودیوں کو تاراج کیا گیا۔تورات کو ختم کیا گیا۔انٹونیس کا حکم بھ سب کو معلوم ہے کہ "جس کے پاس تورات کا ایک ورق بھی ملے وہ مارا جائے گا۔"[44] مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ "جو جانے کے لیے آئے تھے وہ آکر چلے گئے تو اب کی تلاش میں لوگ کیوں سرگرداں ہیں؟جن لوگوں کا نام ہی اہل کتاب نے محفوظ نہ رکھا کیا وہ کیا وہ اپنی کتاب کی صحت کی کوئی شہادت پیش کرسکتے ہیں۔"مصنف لکھتے ہیں کہ "کیسی عجیب بات ہے کہ تقریبا!دوہزار سال سے جس تورات کے صرف ترجموں اور غلط ملط ترجموں اور ترجموں کا دنیا میں رواج ہو جس میں ایسے اسماء وواقعات بکثرت پائے جاتے ہوں جو قطعی طور پر حضرت موسیٰؑ کے بعد کے ہیں جس میں حضرت موسیٰؑ کی وفات اور ان کی تجہیز وتکفین کی داستانیں موجود ہوں۔"[45] اس کے بارے میں کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ "یہ حضرت موسیٰؑ پر نازل شدہ تورات ہے۔کیا یہ بات منطقی طور پر تسلیم کی جاسکتی ہے کہ جن کتابوں میں پیغمبروں پر شراب نوشی اور حرام کاری کا الزام لگایا گیا ہو، اللہ کی طرف سے نازل شدہ کلام کو فحش گالیوں سے آلودہ کردیا گیا ہو، جس میں کتاب کا خدا پچھتاتا ہو، کیا وہ اس رب تعالیٰ کی کتاب ہوسکتی ہے جس کی تقدیس وتمجید کا ترانہ حضرت موسیٰؑ اور ان کے بعد کے رسولوں نے دنیا کو سنایا تھا۔"مناظر احسن گیلانی نے اپنی اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئی کا بھی ذکر کیا ہے۔مولانا مناظر گیلانی نے مہاتما بدھ کی وہ پیشن گوئی کا بھی تذکرہ کیا ہے جو اس نے مرتے وقت آخری سانسوں پر اپنے شاگرد ننداکے کان میں کہی تھی کہ "میں کوئی پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا ہوں۔اور نہ ہی میں آخری بدھ ہوں، اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ آئے گا۔عمل میں دانائی سے لبریز، مقدس، مبارک، منور القلب، انسانوں کا عدیم النظیر سردار، عالم کائنات، جو عالمی حقائق میں ظاہر کرتا رہا ہوں وہ بھی وہی حقائق ظاہر کرے گا۔وہ بھی میری طرح ایک مکمل اور خالص نظام زندگی کی تبلیغ کرے گا۔"پھر نندانے کہا کے ہم اسے کس طرح پہچانے گے؟بدھ نے کہا کہ وہ متیریا کے نام سے موسوم ہوگا۔"مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ "۱۶اکتوبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد کے ایک انگریزی اخبار میں ایک بدھ لیڈر کا یہ مضمون صفحہ سات کالم نمبر تین میں شائع ہوا تھا۔جس میں اس متیریا کا ترجمہ لکھا ہوا تھا۔وہ جس کا نام رحمت ہے۔"[46] مناظر

---

[44] گیلانی، مناظر احسن، النبی الخاتم، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۰۸ء، ص ۲۵

[45] مناظر احسن، النبی الخاتم، ص ۲۰

[46] مناظر احسن، النبی الخاتم، ص ۲۵

احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ "مشرق و مغرب کے مذہبی پیشواؤں نے حضور ﷺ کے آنے کی پیشن گوئیاں کی ہیں۔[47] حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تھا: "خدا سینا سے نکلا، سعیر سے چمکا اور فاران ہی کے پہاڑوں سے جلوم گر ہوا دو ہزار قدوسیوں کے ساتھ ۴۹ حضرت داوٗدؑ نے کہا تھا، مبارک ہیں وہ تیرے گھر میں بستے ہیں۔ وہ سدا تیری حمد کرتے ہیں۔ وہ بکہ سے گزرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہیں۔"[48] مارگولیتھ نے کہا کہ: "یہ بکہ مکہ کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد مولانا مناظر احسن گیلانیؒ دیگر انبیاء کی بشارتوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔"[49]

افضل الرسل از سید محمد حسین شاہ علی پوریؒ

سید محمد حسین شاہ علی پوریؒ اپنی تصنیف افضل الرسل میں دین اسلام کا دیگر ادیان کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " دین اسلام باقی ادیان کے مقابلے میں جامع اور کامل ہے اور اس کے پیش کرنے والے بھی اسی طرح اعلیٰ، کامل اور فوقیت کے حق دار ٹھہرتے ہیں۔"[50] نبی کریم ﷺ کے معجزات ان گنت ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ جبکہ حضرت موسیٰؑ کی فوقیت و برتری صرف ۹ معجزات سے ثابت کی گئی۔[51] اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے بھی چند ایک معجزات کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے۔[52]

الرحیق المختوم از صفی الرحمن مبارک پوریؒ

اس کتاب میں مصنف مطالعہ ادیان کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ طلوع اسلام کے وقت عرب میں سارے ہی مذاہب شکست و ریخت سے دوچار تھے۔ مشرکین جن کا دعویٰ تھا کہ ہم دین ابراہیم پر ہیں اس دین نے جو تعلیمات دی تھی ان سے مشرکین کا کوئی واسطہ نہ تھا اور ان میں گناہوں کی بھرمار تھی۔ یہودی مذہب کا یہ حال تھا کہ وہ محض ریاکاری اور تحکم بن گیا تھا۔ یہودی پیشوا اللہ کی بجائے خود رب بن بیٹھے تھے۔ اور عیسائیت ایک ناقابل فہم بت پرستی بن گئی تھی۔ عیسائیت نے اللہ اور انسان کے رشتے کو عجیب طرح سے غلط ملط کر دیا تھا۔ باقی ادیان عرب کے ماننے والوں کا حال بھی مشرکین ہی جیسا تھا کیونکہ انکے دل یکساں تھے عقائد ایک سے تھے اور ان کے رسم و رواج میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔[53]

---

[47] استثناء، باب ۳۴

[48] زبور، باب ۱۸

[49] مناظر احسن، النبی الخاتم، ص ۳۹-۳۴

[50] علی پوری، محمد حسین، افضل الرسل، انوار الصوفیہ لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۲۸

[51] البقرہ ۲: ۵۷، ۶۳۔ الاعراف ۷: ۱۰۷۔ الشعراء ۲۶: ۳۲، ۵۱

[52] آل عمران ۳: ۳۸، ۳۹

[53] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، دار الکتب السلفیۃ شش محل روڈ لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۶۷

سیرت سرور عالم از سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ اپنی کتاب سیرت سرور عالم کے پہلے حصے کے سترہویں باب کی پانچویں فصل میں تورات و انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کی پیشن گوئیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔[54] اور اسی کتاب کی جلد اول کے حصہ دوم میں ماضی کی اقوام کے نظریات، عقائد اور حالات اور انبیاء کرام سے مخاصمت اور حق و باطل کے بارے میں ان کے طرز عمل کا تفصیل سے تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ان کے طرز اعمال اور عقائد کا ذکر کرتے ہیں جو گزشتہ اقوام کے عروج و زوال کا سبب بنے۔ ان کے احوال کے بیانات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان کے حالات سے یہ واضح کیا جائے کہ انکار حق وہ اصل وجہ ہے جو زوال کا سبب بنتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اہل حق کو یقین دلایا جائے کہ ان کا انجام کامیابی کی صورت میں ہو گا اور اسلام کے دشمن بھی اس بات سے آگاہ ہو جائے کہ ان کا انجام بھی وہی ہو گا جو ان سے پہلے مجرموں کا ہوا تھا۔ ان سابقہ اقوام کے ادیان کی غلط کاریوں کا مولانا نے خاص طور پر اجاگر کیا ہے جو اس وقت امت محمدیہ میں پیدا ہو چکی ہیں۔ پہلے حصے کے آخری باب میں مشرکین، یہود و نصاریٰ اور عرب کے دیگر مذاہب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پہلے کے آخر میں مولانا مودودیؒ نے بھی یہی بات کہی ہے کہ سابقہ ادیان کی تعلیمات ہمارے پاس محفوظ نہیں ہیں اور ان ادیان سے راہنمائی حاصل کرنے یا نہ کرنے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب راہنمائی موجود ہو۔ اگر ان ادیان کی اصل تعلیمات ہی محفوظ نہیں ہیں تو پھر ان ادیان سے راہنمائی کس طرح حاصل کی جا سکتی ہے۔[55] سید ابو الاعلیٰ مودودی کتاب کے دوسرے حصے میں لکھتے ہیں کہ "سابقہ ادیان کے مذہبی پیشواؤں کی شخصیات اور تعلیمات کو جاننا اس وقت محال ہو گیا ہے۔ ان کی کے حالات و تفصیلات کا ہمیں کچھ علم نہ تھا اور جو کچھ علم میں تھا اس میں بھی اس قدر ملاوٹیں شامل کر دی گئیں ہیں کہ حق اور باطل میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ اس قدر شبہات و ابہام پیدا کر دیا گیا کہ یا تو وہ خود خدا تھا، یا خدا کا بیٹا، یا خود خدا اس میں حلول کر آیا، یا وہ خدائی میں شریک ہے۔ گوتم بدھ نے جب خرابیوں کو دور کیا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کی تعلیمات میں تبدیلیاں کر دی گئیں۔ اس کے سُوتروں کی جگہ نئے سوتر بنا لیے گئے۔ اس مذہب میں اس قدر تبدیلیاں کر دی گئیں اور کہا گیا کہ گوتم بدھ کا کوئی وجود ہی نہیں تھا حتیٰ کہ گوتم بدھ کو خدا کا مادی ظہور قرار دے دیا گیا تھا۔"[56] مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "رام چندر جی ایک انسان تھا اسے بھی لوگوں نے خدا بنا لیا تھا۔ اور کرشن بھی ایک موحد ہستی تھے لیکن انہیں مدبر کائنات، خالقِ موجودات، اور شنو کا مظہر بنا دیا گیا۔ اس کے علاوہ ان کی ذات کی طرف ایسی خرابیاں اور کمزوریاں منسوب کر دی گئی کہ خدا کہنا تو بہت دور انہیں ایک عام پاکیزہ انسان بھی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔"[57] مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "گیتا میں کرشن کے ایسے اقوال موجود ہیں کہ اپنے آپ کو وہ خالق کائنات قرار دیتا ہے اس کے علاوہ

---

[54] مودودی، ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۹۹ء، ج ۱، ص ۸

[55] ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ج ۱، ص ۶۰۹-۶۱۱

[56] ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ج ۲، ص ۲۷

[57] ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ج ۲، ص ۲۷

کرشن جی کو ایسی خرابیوں اور برائیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ ہر ایک عورت کے ساتھ تعلق قائم کرنے میں کوئی شرم وعار محسوس نہیں کرتا ہے۔ کرشن جی کی یہ صفات جاننے کے بعد کوئی انسان یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوسکتا کہ کرشن جی ایک معلم دین تو بہت دور ایک عام پاکیزہ انسان بھی قرار دینے کے حق دار نہیں ہیں۔"[58] مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "بائبل اور قرآن کے متقابل مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قوموں نے اپنے اخلاقی زوال اور ذہنی انحطاط کے دور میں پاکیزہ ترین انسانوں کی سیرتوں کو بدترین اور گندی شکلوں میں ڈھال دیا تاکہ وہ خود اپنی کمزوریوں کے لیے زوال کے اسباب پیدا کرسکیں۔ لوگوں نے انحطاط کے زمانوں میں اپنی مذہبی پیشواؤں کی طرف غلط ملط توہمات اور افسانے منسوب کردیے۔ مولانا حضرت عیسیٰؑ کا خصوصی اس حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا رویہ اختیار کیا گیا۔ ایک طرف تو انہیں شریک خدایا الوہیت کا درجہ دے دیا گیا اور دوسری طرف انہیں سولی تک چڑھا دیا گیا۔"[59]

سیرت امام الانبیاء از سعید الحسن شاہؒ

مطالعہ ادیان پر لکھی گئی ایک کتاب "سیرت امام الانبیاء قرآن اور بائبل کی روشنی" ہے۔ تقابلی طور پر مطالعہ کرتے ہوئے سیرت نگاروں کے اسلوب میں واضح طور پر فرق بھی دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً انجیل میں مذکور ہے کہ: "میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، جو کوئی تیرے دائیں گال پر تھپڑ مارتا ہے تو اپنا بائیں گال بھی اس کے آگے کردو۔ اگر کوئی تیرا کرتہ مانگتا ہے تو اپنا عمامہ بھی اسکے سامنے پیش کردو۔"[60] اس بیان کی وضاحت میں سعید الحسن لکھتے ہیں کہ "کیا موجودہ زمانے میں انجیل کے اس حکم پر عمل کرکے کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے؟ کیا یہ ہر زمانے میں قابل عمل ہے؟ یقیناً انسان کی فلاح وبہبود اسلام کے دامن میں ہی پوشیدہ ہے۔"۹۷ کیونکہ اسلام ایک واحد نظام ہے جس میں اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے۔ سعید الحسن اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں حالات کا تقاضہ ہی یہ تھا کہ اس طرح کے قوانین نافذ کئے جاتے اس وقت موسوی شریعت کی طرح سختی اور شدت کی ضرورت نہ تھی۔ مصنف نے کتاب لکھنے کا یہ مقصد بتایا ہے کہ اس وقت عیسائی اپنے مذہب کی تبلیغ کررہے ہیں اور مسلمان ارتداد کی طرف جارہے ہیں۔ مصنف عیسائیت کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عیسائیت دن بہ دن بڑھتی چلی جارہی ہے۔"[61]

خلاصہ بحث

پیش نظر تحقیق کے حوالے سے اگر برصغیر کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ برصغیر کی سرزمین نے مختلف اسلامی علوم وفنون کی آبیاری اور ان کو بلندی وعروج تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس تحقیق

[58] ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ج۲، ص۳۰

[59] ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ج۲، ص۳۰

[60] متی، باب۵، آیت ۴۱-۴۰

[61] سعید الحسن شاہؒ، سیرت امام الانبیاء، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۹۹ء، ص۴۰

سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ برصغیر کے اہل علم ودانش نے سیرت نگاری کرتے ہوئے مطالعہ ادیان کی بحثوں کی طرف بھی خوب توجہ دی تاکہ سیرت کے قارئین کسی حوالے سے بھی تشنہ نہ رہے۔ سیرت نگاری میں مطالعہ ادیان کے حوالے سے برصغیر کی کاوشیں ایک ایسے منارہ نور کی حیثیت رکھتی ہیں جس کی روشنی سے پوری دنیا منور ہوئی۔ مطالعہ ادیان سے ایک طرف تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کی تاریخی واقعات سے قاری کو آگاہی ہوتی ہے تو دوسری طرف عملی زندگی کے لیے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنے لیے لائحہ عمل پاتا ہے۔ اس کے علاوہ واقعاتی انداز سے اخذ شدہ نتائج انسانی ذہن پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں اس لیے ضرورت اس مر کی ہے کہ عصر حاضر کی سیرت نگاری میں بھی مطالعہ ادیان کے حوالے سے بھی اسلوب کو اختیار کیا جائے جیسا کہ درج بالا مؤرخین نے اسلوب اختیار کیا ہے۔